وزیر اعظم پاکستان سے رابطہ قائم کریں۔
۷۔ سیمینار اور اجلاس میں حکومتی عہدیداروں کو مدعو کیا جائے تاکہ اُن کا نقطۂ نظر معلوم ہو اور مؤثر نمائندگی حاصل ہو۔
۸۔ برابری کی سطح پر نمائندگی کو مطبوعہ اور برقیاتی ذرائع ابلاغ سے مطلع کیا جائے۔
۹۔ تمام مذکورہ بالا معاملات میں غیر مسلموں کے نمائندوں کی معاونت حاصل کی جائے۔" (رپورٹ: ماہنامہ "جفاکش"، کراچی - فروری ۱۹۹۴ء)

نیشنل ایکشن کمیٹی کا قیام

۲۲ جنوری کو "جسٹس اینڈ پیس کمشن پاکستان" کے زیر اہتمام کیپوچن ہاؤس لاہور میں "مخلوط انتخابات کی بحالی کے لیے نیشنل نیٹ ورکنگ" پر ایک ورکشاپ کا اہتمام کیا گیا۔ ورکشاپ میں ۵۰ کے قریب مسیحی و مسلم اور خواتین و حضرات نے شرکت کی۔

"ورکشاپ کے شرکاء نے جداگانہ انتخابات کو مکمل طور پر رد کر دیا اور مخلوط انتخابات کی بحالی کے لیے مشترکہ پلیٹ فارم سے جدوجہد کا فیصلہ کیا۔ مختلف تنظیموں کو ایک پلیٹ فارم پر لا کر ایک "نیشنل ایکشن کمیٹی برائے بحالی مخلوط انتخابات" تشکیل دی گئی۔ پاکستان بھر سے اس میں ۳۱ ممبران کو شامل کیا گیا۔ یہ کمیٹی لوگوں کو بنیادی سطح پر ایشو سے باخبر کرے گی اور حکومتی سطح پر بھی اپنے مطالبہ کے لیے رابطہ رکھے گی۔" (پندرہ روزہ "شاداب" لاہور - فروری ۱۹۹۴ء)

اقلیتی کمشن کی تشکیل نو کا مطالبہ

[جناب معین قریشی کی نگران حکومت کی جانب سے اقلیتی کمشن کی تشکیل پر پندرہ روزہ "شاداب" (لاہور) کا نقطۂ نظر ماہنامہ "عالمِ اسلام اور عیسائیت" کی اشاعت بابت نومبر ۱۹۹۳ء میں نقل کیا گیا تھا۔ اب حکومت کی تبدیلی پر مدیر "شاداب" نے حسبِ ذیل خیالات کا اظہار کیا ہے۔ مدیر]

یادش بخیر - نگران حکومت نے جاتے جاتے عجلت میں ایک تیرہ رکنی اقلیتی کمیشن کی تشکیل بھی کر دی تھی جس پر ہم نے ان کالموں میں تبصرہ کرتے ہوئے اسے غیر سرکاری سات اقلیتی اراکین (جن میں دو کا تعلق بھی اکثریت سے ہے) کی شمولیت پر ان کے غیر نمائندہ اور غیر مؤثر ہونے کی بنا

پر عدم اعتماد کا اظہار کرتے ہوئے توقع ظاہر کی تھی کہ منتخب حکومت اس کی تشکیل نو کے لیے ضروری اقدامات کرے گی۔ نئی منتخب عوامی حکومت کو برسراقتدار آئے سو سے زائد دن ہوگئے ہیں، اس نے کئی نئی پالیسیوں پر عملی اقدامات بھی کیے ہیں۔ وطن عزیز کی خارجہ پالیسی کو درست سمت میں لانے کا آغاز بھی کیا ہے، لیکن بد قسمتی سے اقلیتوں کے لیے ابھی تک عوامی حکومت کی طرف سے کوئی قابل ذکر پیش رفت نہیں ہوئی۔ یہاں تک کہ وزارت اقلیتی امور ابھی تک کسی وزیر کے بغیر نوکر شاہی کے حوالے سے اپنے امور سرانجام دے رہی ہے اور نام نہاد اقلیتی کمیشن بھی محض ایک دو اجلاس منعقد کرنے کے علاوہ کوئی کارنامہ سرانجام نہیں دے سکا۔ اقلیتوں کے خلاف امتیازی سلوک اور قوانین اور ان کے ناجائز اطلاق کی داستانیں قومی اخبارات کے ذریعے معمول کا حصہ بن گئی ہیں۔ وزارت اقلیتی امور کے زیر اہتمام قائد عوام ذوالفقار علی بھٹو کے عہد میں وفاقی اقلیتی مشاورتی کونسل اور وفاقی اقلیتی ثقافتی کونسل کا قیام بھی عمل میں لایا گیا تھا جبکہ وفاقی اقلیتی مشاورتی کونسل تو قدرے توقف کے بعد سابقہ حکومتوں میں بھی تشکیل پاتی رہی۔ یہ الگ بات ہے کہ اس کی سفارشات پر آج تک عمل نہیں ہوسکا۔ یوں وہ غیر موثر رہیں لیکن اقلیتی ثقافتی کونسل کو قائد عوام کے بعد یکسر کالعدم قرار دے دیا گیا۔ قصہ مختصر وزارت اقلیتی امور، وفاقی اقلیتی مشاورتی کونسل اور اب اقلیتی کمیشن اقلیتوں کا ایک بھی مسئلہ حل نہیں کر پائے۔ ادارہ "شاداب" وزارت اقلیتی امور کے قیام سے ہی یہ مطالبہ کرتا رہا ہے کہ اقلیتوں کے مسائل و افکار کا سنجیدگی سے جائزہ لینے اور ان کے حل کے لیے ہر شعبہ حیات پر مشتمل ایک نمائندہ اور بااختیار کمیشن تشکیل دیا جائے جس کی سفارشات پر حکومت سنجیدگی سے عملی اقدامات کرنے کی پابند ہو۔ لہذا اس مرحلے پر ہم عوامی حکومت سے بجا طور پر یہ مطالبہ کرتے ہیں کہ وفاقی اقلیتی کمیشن کی از سر نو تشکیل کی جائے اور اس کے غیر سرکاری اراکین میں تمام صوبوں کے منتخب نمائندوں اور ہر شعبہ حیات سے متعلق سرکردہ خواتین و حضرات کو شامل کیا جائے اور غیر اقلیتی ارکان صرف سرکاری اراکین ہوں اور کسی غیر اقلیتی رکن کی نمائندگی ضروری تصور کی جائے تو اسے بطور مبصر شامل کیا جائے۔ اسی طرح وفاقی اقلیتی مشاورتی کونسل کی بھی تشکیل کی جائے اور اس میں بھی ہر صوبہ کے تمام طبقوں پر مشتمل نمائندہ اور سرکردہ خواتین و حضرات کو رکن نامزد کیا جائے۔

اس کے ساتھ ہی ہم عوامی حکومت سے یہ مطالبہ بھی کرتے ہیں کہ وہ قائد عوام کی تشکیل کردہ اقلیتی ثقافتی کونسل کو بحال کر کے اس کی ازسرِ نو تشکیل کرے جس میں اقلیتی ادیبوں، شاعروں، فنکاروں، صحافیوں اور فنونِ لطیفہ سے متعلق دیگر ممتاز شخصیات کو نمائندگی دی جائے، اور نیشنل کلچرل ایوارڈ کا فیصلہ کرنے کے لیے فنون لطیفہ سے متعلق اقلیتی خواتین و حضرات پر مشتمل کمیٹی تشکیل کی جائے۔

امید کرنا چاہیے کہ عوامی حکومت اپنے منشور کی روشنی میں وزارت اقلیتی امور ختم کر کے بااختیار

اقلیتی کمیشن اور اسلامی نظریاتی کونسل کی بنیاد پر وفاقی اقلیتی مشاورتی کونسل اور اقلیتوں کی ثقافتی کونسل کی فوری تشکیل کے لیے عملی اقدامات کے لیے مناسب اقدامات اٹھائے گی اور اس سلسلے میں مزید تاخیر سے کام نہیں لیا جائے گا۔

یورپ

بلغاریہ: "ہزاروں مسلمان مسیحیت قبول کر رہے ہیں۔"

"کرسچن ہیرالڈ" کے مطابق بلغاریہ میں ترکی زبان بولنے والے ہزاروں مسلمان مسیحیت قبول کر رہے ہیں۔ ترکی بولنے والوں میں انجیل کا یہ نفوذ عہد حاضر کی سب سے بڑی کامیابی ہے۔ اب بلغاریہ میں ترک مسیحیوں کی تعداد خود ترکی کی مسیحی آبادی سے زیادہ ہے۔ بلغاریہ کے نومسیحی زیادہ تر غریب خانہ بدوش برادریوں سے تعلق رکھتے ہیں۔ اور ان میں سے تقریباً ہر ایک نے رویاء، اشارہ یا معجزانہ صحت یابی کے بعد مسیحیت قبول کی ہے۔ ایسی اطلاعات بھی ہیں کہ لوگ مرنے کے بعد جی اٹھے ہیں۔

ورلڈ ایونجلیکل کونسل انٹرنیشنل کی جانب سے میاں بیوی دو مشنری علاقے میں مقیم ہیں جو دینیاتی تعلیمی پروگرام ترتیب دینے میں مشغول ہیں۔ پیش رفت اور مسائل کے حوالے سے وہ اطلاع دیتے ہیں کہ "چرچوں میں بچوں، نوجوانوں اور بوڑھی خواتین کی تعداد تقریباً برابر برابر ہے۔ مرد مسیحیت کو عورتوں کا مذہب قرار دیتے ہیں اور اجتماعات میں کم ہی آتے ہیں۔ اگر کوئی مرد اجتماع میں آتا ہے (چاہے وہ بالکل نوجوان ہی کیوں نہ ہو) اُس کے مسیحی ہوتے ہی اُسے رہنما بنا دیا جاتا ہے۔"

"چرچ کے اجتماعات روحانی طاقت کے تجربے اور گیتوں کے ذریعے پیغامات دینے کے لیے مختص ہیں۔ مسیحی زندگی کے پہلو گ تعلیم، کردار، تقدس گ نظر انداز کر دیے جاتے ہیں۔"

"چرچ سے تعلق رکھنے والے کم ہی لوگ پڑھ سکتے ہیں۔ ورلڈ ایونجلیکل کونسل نے روسی رسم الخط میں عہد نامہ جدید کا ترکی ترجمہ دس ہزار کی تعداد میں شائع کیا ہے کیوں کہ بلغاریہ کے ترک خانہ بدوش روسی رسم الخط کو ترجیح دیتے ہیں۔ اس کے باوجود زیادہ تر خواتین انجیل کو ازحد مشکل سمجھتی ہیں۔ بعض افراد تو اپنے آپ کو اتنا بے وقوف خیال کرتے ہیں کہ پڑھنا سیکھ ہی نہیں سکتے۔"

"چرچ ہر قسم کی گمراہی پر مبنی تعلیمات کے لیے کھلے ہیں، اور بعض "قانون پرستی" کا شکار ہیں۔" اس صورت حال پر بلغاریہ میں پہلے سے کام کرنے والے مشنریوں کے ساتھ شامل ہونے والے روبن اروان کہتے ہیں کہ "خداوند کے حاکمانہ کام کے ذریعے بلغاریہ میں ترک چرچ تشکیل پا رہا ہے مگر قیادت اور بنیادی مسیحی تعلیمات کی اشاعت کی ازحد ضرورت ہے۔" (ماہنامہ "فوکس" لیسٹر)